لغات و اعراب قرآن (۲۷)

پروفیسر حافظ احمد یار

سورۃ البقرۃ (۱۹)

(آیات : ۲۶ - ۲۷)

(گزشتہ سے پیوستہ)

> ملاحظہ: کتاب میں حوالہ کے لیے قطعہ بندی (پیراگرافنگ) میں بنیادی طور پر تین ارقام (نمبر) اختیار کیے گئے ہیں۔ سب سے پہلا (دائیں طرف والا) ہندسہ سورۃ کا نمبر شمار ظاہر کرتا ہے۔ اس سے اگلا (درمیانی) ہندسہ اس سورۃ کا قطعہ نمبر (جو زیرِ مطالعہ ہے اور جو کم از کم ایک آیت پر مشتمل ہوتا ہے) ظاہر کرتا ہے۔ اس کے بعد والا (تیسرا) ہندسہ کتاب کے مباحث اربعہ (اللغۃ، الاعراب، الرسم اور الضبط) میں سے زیرِ مطالعہ بحث کو ظاہر کرتا ہے یعنی علی الترتیب اللغۃ کے لیے ۱، الاعراب کے لیے ۲، الرسم کے لیے ۳ اور الضبط کے لیے ۴ کا ہندسہ لکھا گیا ہے۔ بحث اللغۃ میں چونکہ متعدد کلمات زیرِ بحث آتے ہیں اس لیے یہاں حوالہ کی مزید آسانی کے لیے نمبر ۱ کے بعد قوسین (بریکٹ) میں متعلقہ کلمہ کا ترتیبی نمبر بھی دیا جاتا ہے مثلاً ۲:۵:۱(۳) کا مطلب ہے سورۃ البقرہ کے پانچویں قطعہ میں بحث اللغۃ کا تیسرا لفظ اور ۲:۵:۳ کا مطلب ہے سورۃ البقرہ کے پانچویں قطعہ میں بحث الرسم۔ وھکذا۔

۲:۱۹:۱ (۱۲) [الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ] کلمہ "الذین" جو اسم موصول ہے، کئی دفعہ گزر چکا ہے اور اس کا ترجمہ "وہ سب جو کہ، وہ لوگ جو کہ، وہ جو ایسے ہیں کہ ....." کے ساتھ کیا جا سکتا ہے (دیکھیے اسماء موصولہ پر ۱:۶:۱ (۱) میں بحث ہو چکی ہے)

[يَنْقُضُوْنَ] کا مادہ "ن ق ض" اور وزن "يَفْعُلُوْنَ" ہے۔ اس ثلاثی مادہ سے فعل مجرد "نَقَضَ ..... يَنْقُضُ نَقْضًا (باب نصر سے) آتا ہے اور اس کے بنیادی معنی ہیں: "..... (کسی چیز) کو مضبوطی اور پختگی کے بعد خراب کر دینا یا بگاڑ دینا"۔ اس سے اس کا بامحاورہ اردو

© rasailojaraid.co

ترجمہ "..... کو توڑ دینا" کیا جاتا ہے۔ یہ فعل ہمیشہ متعدی استعمال ہوتا ہے اور اس کا مفعول بنفسہٖ (بغیر صلہ کے) آتا ہے۔ اور اس کا یہ ترجمہ (توڑ دینا) اس فعل کے بہت سے عربی استعمالات کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے۔ مثلاً نَقَضَ العَھْدَ (اس نے عہد توڑ دیا)، نَقَضَ الیمینَ (اس نے قسم توڑ دی)، نَقَضَ الْغَزْلَ (اس نے کاتا ہوا تاگہ۔ یا سوت۔ توڑ دیا)۔ کبھی اس کا اردو ترجمہ "گرا دینا" بھی کیا جا سکتا ہے مثلاً نَقَضَ البناءَ (اس نے عمارت کو گرا دیا) ــــ وغیرہ۔

قرآن کریم میں اس فعل کا مجرد کا مصدر (نَقْضٌ) اور فعل کے مختلف صیغے کوئی سات جگہ آئے ہیں۔ اور اس کا مفعول بہٖ زیادہ تر "عہد" اور "میثاق" آئے ہیں اور اَیمان (قسمیں) اور غَزْل (سوت) بھی ایک ایک جگہ بطور مفعول مذکور ہوئے ہیں ـــــ نیز اسی مادہ (نقض) سے باب اِفعال کا ایک صیغۂ فعل بھی صرف ایک جگہ (الانشراح: ۳) آیا ہے۔ اس کے معنی وغیرہ پر اپنی جگہ بات ہوگی. ان شاء اللہ۔

"الذین ینقضون" کا ترجمہ بنتا ہے "جو لوگ (کہ) توڑتے ہیں"۔ بعض مترجمین نے "توڑ دیتے ہیں" اور بعض نے "توڑتے رہتے ہیں" سے ترجمہ کیا ہے جس میں "یہ ان کی عادت ہے" کا مفہوم موجود ہے

۲:۱۹:۱(۱۳) [عَھْدَ اللّٰہِ] لفظ "عہد" (جو یہاں اسم جلالت (اللّٰہ) کی طرف مضاف ہو کر آیا ہے) کا مادہ "ع ھ د" اور وزن "فَعْلٌ" ہے۔ اس ثلاثی مادہ سے فعل مجرد "عَھِدَ ..... یَعْھَدُ عَھْدًا" (باب سمع سے) صلہ کے بغیر اور "اِلٰی" کے صلہ کے ساتھ مختلف معانی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ صلہ کے بغیر اس کے بنیادی معنی ہیں "..... کی حفاظت کرنا" یا "..... کی خبرگیری کرتے رہنے"۔ مثلاً کہتے ہیں "عَھِدَ وَعْدَہٗ (اس نے اپنے وعدہ کی حفاظت کی یعنی نباہا) یا عَھِدَ الشیءَ (وہ اس چیز کی بار بار دیکھ بھال کرتا رہا)"۔ اس کے علاوہ یہ فعل "کسی کو (کسی جگہ) ملنا" اور "کسی بات

com
dom

کی واقفیت رکھنا" کے معنی بھی دیتا ہے۔ مثلاً کہتے ہیں " عِہد کا بمکان کذا " (وہ اس سے فلاں جگہ ملا) یا "عَہِد الامرَ" (اس نے معاملہ کو جان لیا/ کا واقف ہوا۔

اور " الی " کے صلہ کے ساتھ اس کے معنی ہوتے ہیں : "..... کو حکم دینا ، ...... کے ذمہ لگانا ، سپرد کرنا ، ...... سے عہد لینا " مثلاً "عہِدَ الیہ اَنْ ....." (اس نے اس کو حکم دیا یا اس کے ذمہ لگایا کہ .....)۔ قرآن کریم میں زیادہ تر یہ فعل اسی (الی) صلہ کے ساتھ استعمال ہوا ہے۔ اور قرآن کریم میں اس فعل مجرد سے مختلف صیغے کل ۶ جگہ اور مزید فیہ کے باب مفاعلہ سے فعل کے بعض صیغے کل ۱۱ جگہ آئے ہیں۔

● کلمہ " عہد " (جو اس وقت زیر مطالعہ ہے) فعل ثلاثی مجرد کا مصدر بھی ہے اور بطور اسم بھی مختلف معانی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً حسب موقع کسی عبارت میں اس لفظ کا ترجمہ " وصیت ، نگرانی ، عزت کا پاس ، قسم ، پکا وعدہ ، امان ، ذمہ داری ، ضمانت ، ملاقات ، پہچان ، علم ، اقرار ، فرمان ، پیمان ، دوستی اور زمانہ " کے ساتھ کیا جا سکتا ہے۔ ان مختلف معانی کی بناء پر عربی زبان میں لفظ " عہد " کی مختلف تراکیب کے ساتھ کئی محاورے پیدا ہوتے ہیں۔ مثلاً " وَلِیُّ العہدِ ، قریبُ العہدِ ، حدیثُ العہدِ ، عہدُ الشباب وغیرہ "۔۔۔ اردو فارسی میں بھی لفظ " عہد " " پکا وعدہ ، ذمہ داری ، ضمانت اور زمانہ " کے معنوں میں مستعمل ہے اور اس لیے اردو میں اس کا ترجمہ کرنے کی بجائے اصل لفظ (عہد) ہی استعمال کیا جاتا ہے۔

● قرآن کریم میں یہ لفظ (عَہْدٌ) مفرد مرکب مختلف صورتوں میں تیس کے قریب مقامات پر آیا ہے۔ جن میں سے دس کے قریب مقامات پر یہ صرف " اللہ " کی نسبت (اضافت) کے ساتھ وارد ہوا ہے یعنی " عہد اللہِ " کی ترکیب میں۔ جیسے یہاں زیر مطالعہ آیت میں ہے۔ اس لیے اس کا ترجمہ " اللہ کا کا اقرار ، خدا

© rasailojaraid.co

کا عہد، اللہ کا قول، خدا کا معاہدہ " کیا گیا ہے مگر اردو محاورے کے لحاظ سے یہاں " کا " کے استعمال سے معنی واضح نہیں ہوتے (بلکہ ایک پیچیدگی پیدا ہوتی ہے)۔ اس لیے بعض حضرات نے یہاں " کا " کے ساتھ لفظی ترجمہ کرنے کی بجائے " اللہ سے عہد " کیا ہے اور بعض نے مزید وضاحت کے لیے " اللہ سے اپنے معاہدہ کو " (توڑ دیتے ہیں) کی صورت میں ترجمہ کیا ہے جس میں اصل الفاظ پر " اپنے " کا اضافہ تو ہے مگر مطلب واضح ہو جاتا ہے۔

" عهدُ الله " (یعنی اللہ سے کئے ہوئے عہد) کی مزید تفصیل اور وضاحت کے لیے کسی اچھی تفسیر کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

۲:۱۹:۱(۱۴) [مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهِ] یہاں " من بعد ...... " کے معنی تو ہیں " ...... کے بعد، ...... کے پیچھے " (خالی نقطوں والی جگہ " میثاقہ " کے لیے ہے جس کی وضاحت ابھی ہو گی)۔ " بعد " اور " من بعد ...... " کے استعمال و معنی کے متعلق البقرہ : ا یعنی ۲:۲۳:۱(۷) میں بات ہو چکی ہے۔

[مِيْثَاقِهِ] میں آخری ضمیر مجرور (ہ) کا ترجمہ یہاں " اس کا ...... " ہے۔ اور لفظ " میثاق " کا مادہ " و ث ق " اور وزن اصلی " مِفْعَالٌ " ہے۔ اس کی اصلی شکل " مِوْثَاقٌ " تھی جس میں واو ساکنہ اپنے ماقبل کے مکسور ہونے کی بناء پر (کسرہ کے موافق حرف) " یاء " میں بدل کر لکھی اور بولی جاتی ہے۔

اس مادہ (و ث ق) سے فعل ثلاثی مجرد زیادہ تر " وَثِقَ يَثِقُ (دراصل يَوْثِقُ) ثِقَةً و مَوْثِقًا " (باب حسب سے) آتا ہے اور کبھی " وَثُقَ يَوْثُقُ وَثَاقَةً " (باب کرم سے) بھی آتا ہے — پہلی صورت (یعنی باب حَسِبَ سے) یہ ہمیشہ متعدی اور " باء " (بِ) کے صلہ کے ساتھ استعمال ہوتا ہے یعنی " وَثِقَ بِ...... " اور اس کے معنی ہوتے ہیں : " ...... کا اعتبار کرنا، ...... پر بھروسہ کرنا، ...... پر اعتماد کرنا، ...... کا یقین کرنا، ...... کو قابل امانت جاننا "۔ اس کے فاعل کو (جو اعتماد کرے) " وَاثِقٌ " اور اس کے مفعول کو (جس پر اعتماد کیا جائے) " مَوْثُوق بِهٖ " کہتے ہیں — اور " موثوق بہٖ " کو " ثِقَةٌ "

بھی کہتے ہیں ـــــ اور یہ لفظ (ثِقَۃٌ) عدد اور جنس کے اعتبار سے یکساں رہتا ہے مثلاً کہیں گے " رجلٌ ثِقَۃٌ " ، امرأۃ ثِقَۃٌ ، رجالٌ ثِقَۃٌ اور نساء ثِقَۃٌ " ۔ کبھی جمع کے لیے " ثِقات " (مردوں کے لیے بھی) استعمال ہوتا ہے ـــــ اور " موثوق بہ " کی صورت میں تثنیہ اور جمع کے صیغے ضمیر مجرور کے بدلنے سے آتے ہیں یعنی " موثوق بھما ، موثوق بھم ، موثوق بھا ، موثوق بِھِنَّ " وغیرہ ۔ [دیکھئے بحث مغضوب علیھم ۱:۱:۶:۱ (۵) میں] ۔ اور دوسری صورت (یعنی باب کرم سے) اس فعل (وَثُقَ) کے معنی بطور فعل لازم " مضبوط ہونا ، پکا ہونا " ہوتے ہیں ـــــ تاہم قرآن کریم میں یہ فعل ثلاثی مجرد کسی باب سے کسی بھی معنی کے لیے استعمال نہیں ہوا ۔

● لفظ " میثاق " جو دراصل تو " وثق " سے اسم آلہ کا وزن ہے ۔ اور اس کا ترجمہ " اعتماد کا آلہ " ہونا چاہیے ۔ تاہم یہ " محکم عہد " ، " مضبوط پیمان " ، اور " قسم اور عہد کے ساتھ پکا کیا ہوا اقرار " کے معنوں میں آتا ہے [1] ۔ اور یہ (میثاق) مصدر (میمی) بھی ہو سکتا ہے ۔ اس صورت میں اس کا ترجمہ " مضبوط کرنا ، پکا کرنا (توثیق ، تاکید اور استحکام کے معنی میں) ہو سکتا ہے اور چونکہ مصدر کے معنی معروف و مجہول دونوں ہو سکتے ہیں ۔ اس لیے " میثاق " کا ترجمہ " پکا کر دیا جانا " یعنی " پکا ہو جانا ، مستحکم ہونا ، مضبوط ہونا " بھی کر سکتے ہیں ـــــ اسی لیے " من بعد میثاقہ " (جس کے اعراب اور ترکیب کی بحث آگے " الاعراب " میں آ رہی ہے) کا اردو ترجمہ " اس کی مضبوطی کے پیچھے ، اس کے مضبوط کئے پیچھے ، اس کو مضبوط کرنے کے بعد ، اس کو پکا کئے پیچھے ، اس کو پکا کر کے ، اس کے پکا ہونے کے بعد ، اس کے استحکام کے بعد " سے کیا گیا ہے ۔ سب کا مفہوم ایک ہی ہے ۔ یعنی ان سب مترجمین نے " میثاق " کے مصدری معنی کا اعتبار کیا ہے (معروف یا مجہول) ۔ " جلالین " میں بھی مصدری معنی بیان ہوئے ہیں ۔

---

[1] المفردات للراغب (مادہ " وثق ")

© rasailojaraid.com

● عربی زبان کا ایک لفظ "مَوثِق" (جو اسی مادہ (وثق) سے اسم ظرف بمعنیٔ "اعتماد کی جگہ یا وقت" ہے ـــ اور مصدر میمی بمعنیٔ "اعتماد کرنا" بھی ہے) بھی "میثاق" کے ہم معنی ہے (یہ لفظ "موثِق" بھی قرآن کریم میں تین جگہ آیا ہے)۔ ان دونوں لفظوں (میثاق اور مَوثِق) کی ایک مشہور جمع مکسر "مواثیق" آتی ہے (قرآن کریم میں صیغۂ جمع استعمال نہیں ہوا)۔

لفظ "میثاق" مفرد مرکب معرفہ نکرہ مختلف شکلوں میں قرآن کریم کے اندر ۲۵ جگہ وارد ہوا ہے۔ اور اس مادہ (وثق) سے مزید فیہ کے بعض ابواب (افعال اور مفاعلہ) سے اَفعال کے کچھ صیغے اور بعض مصادر اور مشتقات بھی ۹ جگہ آئے آئے ہیں۔ ان کا بیان اپنے موقع پر آئے گا۔

۲:۱۹:۱ (۱۵) [وَ يَقْطَعُوْنَ] "وَ" تو عاطفہ بمعنیٔ "اور" ہے۔ اور "يَقطَعُوْنَ" کا مادہ "ق ط ع" اور وزن "يَفْعَلُوْنَ" ہے۔ اس ثلاثی مادہ سے فعل مجرد "قطَع ...... يَقْطَعُ قَطْعًا (باب فتح سے) آتا ہے۔ یہ فعل ہمیشہ متعدی اور مفعول بنفسہٖ (کسی صلہ کے بغیر) کے ساتھ استعمال ہوتا ہے اور اس کے بنیادی معنی ہیں: "......کو کاٹنا"، کاٹ دینا، الگ کر دینا"، بلکہ خود اس کا مصدر "قطع" بھی اردو میں مستعمل ہے اور فعل کا ترجمہ "قطع کرنا" بھی کیا جاسکتا ہے۔ پھر ان بنیادی معنی سے ہی عربی زبان میں اس فعل سے کئی محاورے پیدا ہوتے ہیں مثلاً: "قطَع السبيلَ" (راہزنی کرنا، شاہراہوں پر دہشت گردی کرنی) ـــ اور "قطَع لسانَہ" (زبان بند رکھنا) اور "قطع وادیًا" (وادی پار کرنا۔ سفر کرنا) "قطع الامرَ" (فیصلہ کرنا)۔ ان میں سے بعض محاورے قرآن کریم میں بھی استعمال ہوئے ہیں جو آگے چل کر ہمارے سامنے آئیں گے۔

● اس مادہ سے فعل ثلاثی مجرد "قطُعَ يقطُعُ" (باب کرم سے) بمعنی "بول نہ سکنا" اور "قطِعَ يقطَعُ" (باب سمع سے) بمعنی "الگ ہو جانا، کٹ جانا" بطور فعل لازم بھی استعمال ہوتا ہے ـــ تاہم قرآن کریم میں یہ فعل ان دو مؤخر الذکر ابواب سے کہیں استعمال نہیں ہوا۔

یہ فعل (قطَعَ یقطَع = کاٹنا، جدا کرنا) حسّی (آنکھوں دیکھی) اشیاء کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے جیسے "قطَع الیـد" (ہاتھ کاٹنا)، "قطع الثوب (کپڑا کاٹنا) وغیرہ، اور معنوی (ذہن میں آنے والی) اشیاء کے لیے بھی آتا ہے مثلاً "قطَع الرَّحِمَ (رشتہ داری کی پروانہ کرنا)، قطَع الوصْلَ (جدائی ڈالنا)۔ بلکہ اسی سے اردو میں "قطعِ تعلق" کا محاورہ مستعمل ہے۔

اردو مترجمین نے یہاں "ویقطعون" کا ترجمہ "کاٹتے ہیں" بھی کیا ہے۔ بعض نے "قطع کرتے ہیں، قطع کرتے رہتے ہیں" اور "قطع کئے ڈالتے ہیں" سے بھی ترجمہ کیا ہے، جب کہ بعض نے "توڑتے ہیں" کو اختیار کیا ہے۔

۲:۱۹:۱(۱۶) [مَا اَمَرَ اللّٰہُ بِہٖ] یہ جملہ جس میں کل پانچ کلمات (ما، امر، اللہ، بِ، ہ) استعمال ہوئے ہیں، ان کے اعراب اور ترکیبِ نحوی کے ساتھ ترجمہ پر مفصّل بات تو ابھی آگے بحث "الاعراب" میں ہوگی۔ یہاں ہم لفظ "اَمَرَ" پر بات کرتے ہیں اور اس میں ضمناً "بہ" کی "باء" (بِ) کا ذکر بھی آ جائے گا۔

"اَمَرَ" کا مادہ "ا م ر" اور وزن "فَعَلَ" ہے۔ اس ثلاثی مادہ سے فعل مجرد زیادہ تر "اَمَر..... یأْمُر اَمْرًا" (باب نصر سے) آتا ہے۔ یہ فعل متعدی، اور اس کا مفعول بہ بنفسہٖ (بغیر صلہ کے) استعمال ہوتا ہے اور اس کے بنیادی معنی ہیں: ".....کو حکم دینا"۔ اس باب (نصر) سے بھی اور باب سمِعَ سے (اَمِر یأمَر إمارۃً) کے "علی" کا صلہ استعمال ہوکر (مثلاً اَمِر علیھم) اس کے معنی "کسی پر امیر یا حاکم ہو جانا" ہوتے ہیں۔ تاہم قرآن کریم میں یہ استعمال نہیں آیا بلکہ صرف پہلا (باب نصر والا) استعمال ہی ہوا ہے۔

● اس فعل سے فعل امر حاضر "مُرْ" (تو حکم دے) بنتا ہے (جس کی اصل شکل "اُؤْمُرْ" تھی) اور اس کی گردان یوں ہے "مُرْ، مُرَا، مُرُوا، مُرِی، مُرَا اور مُرْنَ"۔ مگر کسی حرف عطف (وَ یا فَ وغیرہ) کے داخل ہونے (شروع میں لگنے) سے اس کا ہمزۂ اصلی (فاء کلمہ) لوٹ آتا ہے اور (مثلاً) مُرْ

© rasailojaraid.com

سے " وَأْمُرْ " ہو جاتا ہے (باقی صیغوں میں بھی اسی طرح تبدیلی ہو گی)۔

● حکم دینے والے کو "آمر" (اسم الفاعل) اور جسے حکم دیا جائے اسے "مَأْمُوْرٌ" (اسم المفعول) کہتے ہیں۔ اور جس بات کا حکم دیا جائے اس کے شروع میں عموماً باء (بِ) کا صلہ آتا ہے مثلاً کہیں گے "اَمَرَہٗ بالصلٰوۃ" (اس نے اسے نماز کا حکم دیا) ـــ اس لیے جس چیز کا حکم دیا جائے اسے "مامور بہٖ" کہتے ہیں ـــ اور کبھی "بِ" کی بجائے "اَنْ" لگا کر ساتھ فعل مضارع لگاتے ہیں مثلاً "اَمَرَہٗ اَنْ یُّصَلِّیَ" (اس نے اسے حکم دیا کہ وہ نماز پڑھے) ـــ اور اس قسم کا "اَنْ" بھی دراصل "بِاَنْ" ہی ہوتا ہے۔ "اَنْ" کے اس استعمال کی مثال اسی (زیر مطالعہ) آیت میں آگے آرہی ہے۔

● قرآن کریم میں اس فعل کا استعمال اس طرح بھی ہوا ہے کہ "مامور" اور "مامور بہٖ" دونوں مذکور ہوتے ہیں، اور اس طرح بھی کہ صرف "مامور" مذکور ہوتا ہے اور "مامور بہٖ" محذوف ہوتا ہے، اور کبھی اس کے برعکس "مامور بہٖ" مذکور ہوتا ہے اور "مامور" محذوف (غیر مذکور) ہوتا ہے۔ ان سب استعمالات کی مثالیں آگے چل کر ہمارے سامنے آئیں گی۔

یہ فعل (امر یأمر) قرآن کریم میں بکثرت استعمال ہوا ہے۔ فعل ثلاثی مجرد سے ہی مختلف صیغے (ماضی، مضارع، معروف مجہول وغیرہ) ۸۷ جگہ آئے ہیں۔ اس کے علاوہ مزید فیہ کے باب افتعال سے بھی دو صیغے آئے ہیں، اور اس مادہ سے بعض دیگر مشتقات اور مصادر وغیرہ تو دو سو کے قریب مقامات پر آئے ہیں۔ ان سب پر حسب موقع بات ہو گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

۲:۱۹:۱ (۱۷) [اَنْ یُّوْصَلَ] اس میں "اَنْ" تو (بمعنیٰ "کہ") وہی ہے جو فعل "اَمَرَ یَاْمُرُ" کے دوسرے مفعول یعنی مامور بہ سے پہلے آتا ہے اور جس کا ذکر اس فعل کے استعمال کے سلسلے میں ابھی اوپر ہوا ہے۔

"یُوْصَلُ" کا مادہ "و ص ل" اور وزن "یُفْعَلَ" ہے (جو فعل مضارع کی منصوب شکل ہے جس کی وجہ "الاعراب" میں بیان ہو گی)۔ خیال

com

رہے یہاں "یُوْصَلَ" اپنی اصلی شکل میں ہی ہے یعنی اس میں کوئی تعلیل وغیرہ نہیں ہوئی، البتہ واو مدّہ ہو جانے کی وجہ سے فاء کلمہ حرف صحیح کی طرح بر وزن "یُفْعَلَ" پڑھا نہیں جاتا بلکہ لفظ "یُوْعَلَ" معلوم ہوتا ہے۔

● اس مادہ سے فعل ثلاثی مجرد "وَصَلَ ..... یَصِلُ (دراصل یَوْصِلُ) وَصْلاً" (باب ضرب سے) آتا ہے۔ یہ فعل عموماً متعدی اور مفعول بنفسہ کے ساتھ (بغیر صلہ کے) استعمال ہوتا ہے اور اس کے بنیادی معنی ہیں: "....کو ملانا ، ....کو جوڑنا" ، "......سے پیوستہ رکھنا" مثلاً کہتے ہیں "وصلَ الشَیئَ بالشَیئِ" (اس نے چیز کو چیز سے ملا دیا) ــــ اور یہی فعل متعدی بنفسہ ہو کر یا "الی" کے صلہ کے ساتھ "..... سے ملنا"، ".....کو پہنچنا"، "..... سے نسبت رکھنا" کے معنی بھی دیتا ہے مثلاً کہتے ہیں: "وصلہ الخبرُ یا وصل الیہ الخبرُ" (خبر اس تک پہنچی یا اسے ملی) محاورے میں یہ فعل "حُسنِ سلوک کرنا" کے معنی بھی دیتا ہے مثلاً "وصل رَحِمَہ" (اس نے اپنے رشتہ داروں سے بھلائی کی)۔

● قرآن کریم میں اس فعل (وَصَل یصِلُ) سے ماضی، مضارع معروف و مجہول کے مختلف صیغے دس ۱۰ جگہ آئے ہیں۔ ان میں سے سات جگہ اس کا استعمال "اِلی" کے صلہ کے ساتھ ہوا ہے۔ اس کے علاوہ اس مادہ (وصل) سے فعل "وَصَّلْنَا" (باب تفعیل سے) ایک جگہ (القصص : ۵۱)، اور کلمہ "وَصِیْلَۃ" بھی صرف ایک جگہ (المائدہ : ۱۰۶) وارد ہوا ہے ــ ان سب پر حسب موقع بات کی جائے گی۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

● زیرِ مطالعہ لفظ "یُوْصَلُ" (جو آیت میں بشکل منصوب آیا ہے) اسی فعل ثلاثی مجردِ (وَصَل یصِلُ) سے مضارع مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے ــ اور اس (فعل مجہول) کا مصدری ترجمہ "جوڑا جانا ، ملایا جانا" سے ہی ہو سکتا ہے۔ خیال رہے کہ اس مادہ سے بابِ افعال کے فعل (اَوْصَلَ یُوْصِلُ ایصالاً) کا مضارع مجہول بھی "یُوْصَلُ" ہی آتا ہے تاہم "ایصال" کے معنی "(۱) .... کو .... (۲) .... تک پہنچانا"

© rasailojaraid.com

ہیں مثلاً اوصلہ الیہ (اس نے اُسے اُس تک پہنچا دیا)۔ اور اس سے فعل مجہول کے معنی آیت زیر مطالعہ میں فِٹ نہیں آتے ــــ اس لیے یہاں یہ فعل (یوصل) ثلاثی مجرد کا مضارع مجہول ہی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ تمام مترجمین نے "ان یوصل" کے ترجمہ میں "ملایا جانا، جوڑا جانا" کا مفہوم سامنے رکھا ہے یعنی "کہ ملایا جائے، کہ جوڑا جائے" ــــ اور چونکہ "أن" سے مضارع میں مصدری معنی بھی پیدا ہوتے (دیکھئے ۲:۱۹:۱(۲)) یعنی "اَن یُّوصَل = الوَصل" اس لیے بعض مترجمین نے مصدری معنی کے ساتھ ترجمہ کیا ہے یعنی "ملانے کا"، "جوڑنے کا"، "وابستہ رکھنے کا"، "جوڑے رکھنے کا" (حکم) کی صورت میں۔

[وَيُفْسِدُوْنَ] "وَ" عاطفہ بمعنی "اور" ہے۔ اور "یفسدون" کا مادہ "ف س د" اور وزن "یُفْعِلُوْن" ہے، یعنی یہ اس مادہ سے باب افعال کا فعل مضارع معروف صیغہ جمع مذکر غائب ہے۔ اس مادہ سے فعل مجرد اور باب اِفعال کے فعل (افسد ..... یفسد، اِفسادًا : بگاڑ دینا یا خرابی پیدا کرنا) کے معنی و استعمال پر مفصل بات البقرہ : ۱۱ یعنی ۲:۹:۱(۳) میں گزر چکی ہے۔ یہاں "یفسدون" کا ترجمہ "بگاڑ کرتے ہیں، فساد کرتے ہیں، فساد پھیلاتے ہیں، فساد مچاتے ہیں، خرابی کرتے ہیں" سے کیا گیا ہے۔ سب کا مفہوم ایک ہی ہے۔

[فِي الْاَرْضِ] یعنی زمین میں ــــ اس ترکیب (فی الارض) اور لفظ "ارض" کی مکمل لغوی بحث بھی البقرہ : ۱۱ یعنی ۲:۹:۱(۴) میں ہو چکی ہے۔

یہاں فی الارض کا ترجمہ ہوگا "زمین میں"، اور بعض نے "ملک میں" سے ترجمہ کر دیا ہے۔

۲:۱۹:۱(۸) [اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ] "اُولٰئِكَ" (وہ سب) اور "هُمْ" (ضمیر جمع مذکر غائب بمعنی "وہ سب") کی وضاحت البقرہ : ۵ یعنی ۲:۴:۱(۱) اور ۲:۴:۱(۵) میں کی جا چکی ہے۔

"الخاسرون" (یہ اس کا رسم املائی ہے، اس کے رسم عثمانی پر آگے بحث "الرسم" میں بات ہوگی) کا مادہ "خ س ر" اور وزن (لام تعریف نکال کر) "فاعلون"

ہے ۔اس ثلاثی مادہ سے فعل مجرد " خَسِرَ یَخْسِرُ خُسْرًا وَ خُسْرَانًا " (باب سمع اور باب ضرب سے) آتا ہے اور اس کے بنیادی معنی ہیں : "تجارت میں نقصان اٹھانا ، خسارہ پانا" قرآن کریم میں یہ فعل باب سمع سے ہی استعمال ہوا ہے۔

● اس فعل کی نسبت کبھی " انسان " کی طرف ہوتی ہے مثلاً کہتے ہیں "خَسِرَ التاجِرُ" (تاجر نے خسارہ پایا) اور کبھی اس کی نسبت کسی " کام " کی طرف ہوتی ہے مثلاً کہتے ہیں "خَسِرَت تجارتُہ " (اس کی تجارت ناکام ہوئی) ۔اس طرح زیادہ تر یہ فعل بطور " لازم " آتا ہے ۔ اور " خسارہ " سے مراد عموماً دنیوی مال و جاہ وغیرہ کا نقصان ہوتا ہے اور کبھی صحت ،عقل ، ایمان یا ثواب میں نقصان مراد ہوتا ہے ۔ قرآن کریم میں اس کا استعمال (عموماً ہر جگہ) آخرت کا خسارہ / نقصان کے معنی میں ہوا ہے ۔

● کبھی یہ فعل بطور متعدی بھی استعمال ہوتا ہے اور اس کے معنی "..... کو برباد کرنا ، ..... کو کھو بیٹھنا ، ..... کو ضائع کر دینا " ہوتے ہیں مثلاً کہتے ہیں : " خَسِرَ مالَہ " (وہ اپنا مال کھو بیٹھا) ۔ قرآن کریم میں یہ فعل لازم اور متعدی دونوں معنوں میں استعمال ہوا ہے اور اس (فعل مجرد) سے مختلف صیغے قریباً پندرہ جگہ آتے ہیں ۔اس کے علاوہ مزید فیہ کے صرف باب افعال سے کچھ صیغے اور مختلف مصادر و مشتقات ۵۴ کے قریب مقامات پہ وارد ہوئے ہیں ۔

● زیر مطالعہ لفظ "خاسِرٌ" اس فعل (خَسِرَ یَخْسَرُ) سے صیغہ اسم الفاعل ہے یہ لفظ قرآن کریم میں قریباً تیس بار آیا ہے اور ہر جگہ جمع مذکر سالم کے صیغہ (خاسرون ۔ خاسرین) میں استعمال ہوا ہے ۔اس طرح "خاسِرٌ" اگرچہ فعل مجرد کے لازم اور متعدی دونوں معنی کے لحاظ سے اسم الفاعل ہو سکتا ہے ۔ تاہم قرآن کریم میں یہ زیادہ تر لازم (خسارہ پانے والا) کے معنی میں ہی آیا ہے یا کم از کم اس کے ساتھ (بصورت اسم الفاعل) اس کے مفعول کا ذکر نہیں ہوا (بعض دفعہ اسم الفاعل بھی اپنے مفعول کو فعل کی طرح نصب دیتا ہے ، اور اس کی مثالیں قرآن کریم میں بکثرت موجود ہیں) ۔البتہ بصورتِ فعل استعمال میں اس فعل (خَسِرَ) کے ساتھ اس کا مفعول بھی بعض جگہ مذکور ہوا ہے یعنی واضح طور پر بطور متعدی استعمال ہوا ہے ۔

(باقی صـ۱۰ پر)

© rasailojaraid.com